

عقائد کوثر

مفتی محمد فہیم مصطفائی

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

ہر حافظ، ہر قاری، ہر گھر، ہر سکول، ہر مکتب، ہر جامعہ اور ہر مسلمان
کیلئے ضروری رسالہ

عقائد کو نیز

مترتب:

محمد فہیم قادری مصطفائی

صدر مدرس جامعۃ المصطفیٰ

ناشر:

مکتبۃ النعمان ونیہ والہ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

{جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں}

نام رسالہ -----

عقائد کو نیو

مؤلف -----

محمد فہیم قادری مسطفا 0300-4406838

پہلا ایڈیشن -----

ستمبر 2009ء ----- تعداد 1000

دوسرا ایڈیشن -----

نومبر 2009ء ----- تعداد 1000

تیسرا ایڈیشن -----

دسمبر 2009ء ----- تعداد 1000

چوتھا ایڈیشن -----

فروری 2010ء ----- تعداد 1200

پانچواں ایڈیشن -----

مئی 2010ء ----- تعداد 1100

چھٹا ایڈیشن -----

جولائی 2010ء ----- تعداد 1200

ساتواں ایڈیشن -----

اگست 2010ء ----- تعداد 2200

آٹھواں ایڈیشن -----

نومبر 2010ء ----- تعداد 1200

نواں ایڈیشن -----

{ملنے کے پتے}

مکتبہ قادریہ میلاد مصطفیٰ چوک گوجرانوالہ، کرمانوالہ بک شاپ لاہور
 مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ لاہور، مسلم کتابوی
 مکتبہ جلالیہ و صراط مستقیم نوارہ چوک گجرات، مکتبہ المصطفیٰ
 مکتبہ المصطفیٰ اندرون لوہیانوالہ گوجرانوالہ، مکتبہ دارالعلوم دربار مارکیٹ لاہور
 مکتبہ المسنت اندرون لوہاری گیٹ لاہور، مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور
 مکتبہ رضائے مصطفیٰ دارالسلام چوک گوجرانوالہ، مکتبہ غوثیہ گوجرانوالہ، مکتبہ قادریہ لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	توحید و شرک	4
2	علم غیب مصطفیٰ ﷺ	5
3	غیر اللہ سے استعانت (مدد مانگنا)	8
4	نداء یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم	10
5	حیاتِ انبیاء و اولیاء علیہم السلام	13
6	حقیقتِ وسیلہ	15
7	اختیاراتِ مصطفیٰ	18
8	حاضر و ناظر نبی ﷺ	21

24	نورانیت مصطفیٰ ﷺ	9
26	مزاراتِ اولیاء پر حاضری	10
27	انگوٹھے چومنے کا حکم	11
29	اذان سے قبل و بعدِ رُود کا حکم	12
32	گیارہویں و ختم شریف وغیرہ کا حکم	13
35	ایصالِ ثواب کا حکم	14
37	نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا	15
38	رفعِ یدین کا حکم	16
40	فاتحہ خلفِ الامام کا حکم	17
42	بیس ترواق تک ہی سنت ہے	18
44	آمین آہستہ کہنے کا حکم	19
47	ماخذ و مراجع	20

ق توحید و شرک ق

سوال: 1: توحید کسے کہتے ہیں؟

جواب: مولانا سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ہونے سے پاک ماننا توحید ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ ہے، ویسا ہی کسی اور کو خدا نہ ماننا اور علم و سماعت و بصارت وغیرہ جیسی صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں، ویسی کسی کی نہیں، یہ عقیدہ رکھنا توحید باری تعالیٰ ہے۔

سوال: 2: شرک کی کیا تعریف ہے؟

جواب: عقائدِ حق کی مشہور کتاب شرح عقائدِ نسفیہ میں حضرت علامہ نقشبذی فرماتے ہیں:

{ اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِتِّبَاطُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْهِیَّةِ بِمَعْنٰی وَاِجِبِ الْوُجُوْدَ کَمَا

لِلْمَجْهُوسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِخْقَاقِ الْعِبَادَاتِ کَمَا لِلْعَبْدِ الْاَصْنَامِ } [شرح عقائدِ نسفیہ: ۶۱]

ترجمہ: ”شُرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو لائق عبادت جاننا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔“

سوال: 3: واجب الوجود کا کیا مطلب ہے؟

جواب: واجب الوجود ایک ایسی ذات جو اپنے موجود ہونے میں کسی کی محتاج نہ ہو اور نہ اُس کی ابتداء ہو اور نہ انتہاء، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات۔

اب اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے، اسی طرح کوئی اور ذات مثلاً نبی، ولی وغیرہ واجب الوجود ہیں تو ایسا شخص مشرک ہوگا۔

نوٹ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ کوئی نبی یا ولی وغیرہ اللہ تعالیٰ کی طرح واجب الوجود ہے۔

سوال: 4: شرک کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: شرک کی دو قسمیں ہیں:

(۱): شرک فی الذات (۲): شرک فی الصفات

(۱): شرک فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات میں کسی دوسری ذات کو شریک ماننا یعنی جیسی ذات اللہ کی ہے، ویسی ہی کوئی اور ذات ہے۔

(۲): شرک فی الصفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ میں سے کسی صفت میں کسی غیر کو شریک ماننا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ویسے ہی کسی دوسرے میں صفات ماننا۔

سوال: 5: سمیع و بصیر وغیرہ اللہ تعالیٰ کی بھی صفات ہیں اور یہی صفات دیگر بندوں میں بھی پائی جاتی ہیں تو کیا یہ شرک ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفات ذاتی ہیں جبکہ بندوں میں یہ صفات اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کیلئے یہ صفات اَزلی اَبَدی ہیں جبکہ بندوں کیلئے یہ صفات عارضی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں کسی کا محتاج نہیں جبکہ بندے اپنی صفات میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، لہذا ایسا کہنے سے شرک لازم نہیں آئے گا۔

ق علم غیب مصطفیٰ ﷺ

سوال: 1: رسول اکرم ﷺ کے غیب کا علم جاننے کے بارے میں اسلام کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: رسول اکرم ﷺ کے علم غیب کی دو صورتیں ہیں۔

[1]: قرآن و سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کو بعض غیب کا علم دیا اس بات کا منکر کافر ہے۔

[2]: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کلی علم غیب دیا ہے اور حضور ﷺ کا علم ساری مخلوقات حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پانچ غیبوں میں سے بہت سی جزئیات کا علم یعنی قیامت کا علم کہ کب ہوگی؟ تمام گزشتہ اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم، حقیقت روح اور قرآن مجید کے سارے تفصیلات کا علم دیا، اس قسم کے علم غیب کا منکر بدوین، مگراہ اور بد مذہب ہے کہ سیکنگزوں احادیث صحیحہ کا منکر ہے۔

سوال: 2: قرآن حکیم سے حضور ﷺ کے علم غیب پر چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے 3 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَخْتَصِي بِمَنْ يُرِيدُ مِنْ أَمْرِ سُلَيْمَانَ}

ترجمہ: ”اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تم کو غیب کا علم دے، ہاں! اللہ تعالیٰ اپنے

رسولوں میں سے جسے چاہے چُن لیتا ہے۔“ [ال عمران: ۷۹-۸۰: پ: ۳]

فائدہ: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو بعض علم غیب عطا فرماتا ہے۔

[دلیل: ۲]

{وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا} [النساء: ۱۱۳: پ: ۵]

ترجمہ: ”اور تم کو سکھایا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر جلالین، تفسیر کبیر، تفسیر خازن، تفسیر طبری اور دیگر معتبر تفاسیر

میں یہ بات موجود ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جو علم سکھایا، وہ علم غیب اور احکام دین

ہیں۔ [تفسیر جلالین: ۸۷]، [تفسیر کبیر: ۳۹/۶]، [تفسیر خازن: ۳۲۹/۱]، [تفسیر طبری: ۱۷۷/۵]

[دلیل: ۳]

{وَمَا فَوْعَ عَلَى الْغَيْبِ بِصَنِينٍ} [التکویر: ۲۳: پ: ۳۰]

ترجمہ: ”اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔“

فائدہ: تفسیر بیضاوی و تفسیر خازن میں ہے کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا تھا اور حضور ﷺ اس علم غیب کو چھپاتے بھی نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام کو بھی بتاتے تھے۔ [تفسیر بیضاوی: ۷۸۶/۱]۔ [تفسیر خازن: ۳۵۷/۳]

سوال: 3: رسول اکرم ﷺ کے علم غیب پر چند مستبراً احادیث مبارکہ پیش کریں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 4 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدَأِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلَ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلَ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ}

[صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قول الله: وهو الذي يهدي، ۱۱/۳۵۳]

ترجمہ: ”حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، پس ہمیں ابتدائے خلق کی خبر دی، یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی جگہوں میں چلے گئے اور جہنمی لوگ اپنی جگہوں میں (یعنی ہمیں ابتدائے خلق سے لے کر قیامت کے بعد تک کے تمام واقعات کی خبر دی)۔“

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو مخلوق کے پیدا ہونے سے لے کر قیامت کے بعد تک کے تمام احوال و حوادث کا علم دیا تھا اور حضور ﷺ نے یہ علم صحابہ کرام کو بھی عطا فرمایا۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَلْ تَرَوْنَ قَبْلَتِي هَٰذَا؟ فَوَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا أَكْثَرُكُمْ مِنْ وَرَائِي ظَهْرِي}

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں (سامنے) ہے، پس اللہ ﷻ کی قسم! مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں ہے، بے شک میں اپنے پیچھے سے تمہیں ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے میں تمہیں (سامنے سے) دیکھتا ہوں۔ [صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب منکح الناس الامام: ۵۹/۱]

فائدہ: اس حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے آگے اور پیچھے کو جاننا ایک جیسا ہے یعنی آپ ﷺ اپنے پیچھے کی چیزوں کو بھی اسی طرح جان لیتے ہیں جیسے آپ آگے کی چیزوں کو جانتے ہیں تو یہ حضور ﷺ کے علم غیب کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَذَا مَصْرَعٌ فَلَانٍ وَيَصْعَغُ يَدُهُ عَلَى الْأَرْضِ هُنَا وَهُنَا، قَالَ فَمَا مَاطَعَنْ مَوْصَعٍ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ }

ترجمہ: ”حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے اور آپ اپنا ہاتھ اُس زمین پر رکھتے کہ یہاں یہاں کافر مریں گے، راوی کہتے ہیں کہ کوئی کافر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ لگانے کی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوا۔“ [صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ بدر: ۱۰۲/۲]

فائدہ: اس حدیث مبارک سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے ایک دن قبل ہی کافروں کے مرنے کی جگہ بھی بتادی حالانکہ ابھی جنگ بھی شروع نہ ہوئی تھی تو یہ حضور ﷺ کے علم غیب کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل: ۴]

{ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَفِي رِوَايَةٍ فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ } قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

[جامع الترمذی: ۱۵۵۲، ۱۵۶۰، مرقات شرح مشکوٰۃ: ۲/۴۱۰]

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے خواب میں ربّ ذوالجلال کا دیدار کیا تو میں نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو جان لیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز کو جان لیا۔“ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ تمام زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کے درمیان کے علوم کو جانتے ہیں جو آپ ﷺ کے علم غیب جاننے کی واضح دلیل ہے۔

ق غیر اللہ سے استعانت ق

سوال 1: کیا انبیاء کرام و اولیاء عظام سے مصیبت کے وقت مدد مانگنا جائز ہے؟ قرآن و سنت کا اس بارے کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن و سنت کی تصریحات کے مطابق انبیاء کرام و اولیاء عظام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو صرف اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے، جبکہ یہ نفوسِ قدسیہ تو اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہی مدد کرتی ہیں اور ہر زندہ اور مردہ میں کوئی فرق نہیں یعنی انبیاء و اولیاء زندہ ہوں یا دنیا سے رخصت ہو جائیں دونوں صورتوں میں ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

سوال 2: غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت پر قرآن حکیم سے چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے 3 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ قَالَ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ، قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ }

ترجمہ: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کون ہے جو اللہ کی طرف میری مدد کرے گا تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔“ [الف: ۱۴-پ: ۲۸]

فائدہ: اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مدد طلب کی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، یہ تو شرک کا حکم نہیں دے سکتے۔

[دلیل: ۲]

{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ } [البقرہ: ۱۵۳-پ: ۲]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نماز اور صبر سے مدد طلب کرو۔“

فائدہ: پس اگر غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مطلقاً شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایمان والوں کو یہ حکم نہ دیتا کہ وہ نماز و صبر (جو کہ خدا نہیں بلکہ غیر خدا ہیں) سے مدد طلب کریں۔

[دلیل: ۳]

{إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا} [المائدہ: ۵۵-۵۶]

ترجمہ: ”(اے مسلمانو!) تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ مومنوں کا مددگار اللہ تعالیٰ، اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں تو اگر غیر اللہ کا مددگار ہوتا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی قرآن میں یہ ذکر نہ فرماتا۔

سوال: 3: غیر اللہ سے مدد مانگنے کے جواز پر چند احادیث مبارکہ پیش فرمائیں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: 1]

جب رسول اکرم ﷺ شب معراج واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا تحفہ دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا {فُرِضْتُ عَلَيَّ خَمْسُونَ صَلَوةً كُلَّ يَوْمٍ} ”کہ ہر دن کیلئے 50 نمازیں مجھ پر فرض ہوئیں ہیں“ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بار بار گزارش پر حضور ﷺ اللہ کی بارگاہ میں گئے اور 5 نمازیں رہ گئیں۔ [صحیح بخاری: کتاب بیان النبی، باب المعراج: ۵۳۹/۱]

فائدہ: یہ حدیث پاک اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دنیا سے رخصت فرما جانے کے بعد بھی لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی، لہذا اگر یہ عمل شرک ہوتا تو اللہ کے نبی کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: وَاللَّهِ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ

أَخِيهِ}

[صحیح مسلم: کتاب الذکر، باب فضل الامام علی القرآن: ۳۳۵/۲]

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔“

فائدہ: اگر غیر اللہ سے مدد شرک ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی بندوں کی مدد کرنے کی فضیلت بیان نہ فرماتا۔

[دلیل: ۳]

{عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: سَلْ، فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مَرَأَفَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، فَقَالَ: أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ، فَقُلْتُ هُوَ ذَاكَ، قَالَ: فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ

بَكْرَةُ السَّجُودِ

[صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود: ۱۹۳]

ترجمہ: ”حضرت ربیعہ بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ مانگ!

پس میں نے کہا کہ میں جنت میں آپ کا پڑوس مانگتا ہوں تو آپ نے پوچھا کہ کیا اس کے علاوہ بھی کچھ چاہیے، میں نے عرض کیا کہ صرف یہی تو فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کثرتِ سجود سے اپنے نفس کے خلاف میری مدد کر یعنی اپنے مطلب کے حصول کیلئے سجدوں کی کثرت کر۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہو، تا تو حضور ﷺ کبھی

بھی اپنے بارے یہ نہ کہتے کہ مجھ سے مانگ اور کبھی بھی صحابی حضور ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کے پڑوس کا سوال نہ کرتے، لہذا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیر اللہ مدد کر سکتا ہے۔

ق نداء یارسول اللہ ق

سوال: 1: رسول اکرم ﷺ کو یارسول اللہ! کہہ کر پکارنے کے بارے میں قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟**جواب:** رسول اکرم ﷺ کو دور یا نزدیک سے، اُن کی ظاہری زندگی یا بعد از وفات شریف خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ! یا ایک جماعت مل کر نعرۂ رسالت یارسول اللہ! لگائے، یہ سب صورتیں قرآن و سنت کی روشنی میں جائز ہیں، اس سے شرک لازم نہیں آتا۔**سوال: 2:** قرآن کریم سے نداء یارسول اللہ پر چند دلائل پیش کریں؟**جواب:** قرآن حکیم سے ایک آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا} [النور: ۲۳-۲۴: پ: ۱۸]

ترجمہ: ”تم رسول ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔“**فائدہ:** اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر جلالین، تفسیر صاوی، تفسیر جامع البیان للطبری، تفسیر جمل اور

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ حضور ﷺ کا نام لے کر یا غَفَقْتُ! کہنا اور کنیت کے ساتھ یا ابا! الفاسد! کہہ کر پکارنا بے ادبی ہے بلکہ ادب اور تعظیم یہ ہے کہ حضور ﷺ کو آپ کی حیات میں اور بعد از وفات ہر حالت میں یا رسول اللہ! یا حبیب اللہ! کہہ کر پکارا جائے۔

[تفسیر بیضاوی: ۵۷۴]، [تفسیر صادی: ۴۲۱/۲]، [تفسیر جلالین: ۳۰۲]، [تفسیر طبری: ۱۸/۱۳۴]

اب قابل غور بات یہ ہے کہ مفسرین کرام نے اپنا یہ عقیدہ حضور ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد اپنی تفاسیر میں لکھا ہے، اگر حضور ﷺ کو یارسول اللہ! کہہ کر پکارنا صرف حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں ہی جائز ہوتا اور بعد از وفات ظاہری جائز نہ ہوتا تو یہ تمام مفسرین اپنی کتب تفاسیر میں کبھی بھی یہ عقیدہ نہ لکھتے بلکہ یہ وضاحت کرتے کہ اب حضور ﷺ کو یارسول اللہ! کہہ کر پکارنا منع ہے حالانکہ ایسا کسی ایک مفسر نے بھی نہیں کہا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کو اب بھی یارسول اللہ! کہہ کر پکارنا نہ صرف جائز بلکہ تعظیم اور ادب کا تقاضا یہی ہے۔

سوال: 3: نداء یارسول اللہ پر احادیث مبارکہ سے چند دلائل پیش فرمائیں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 4 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

تمام دنیا کے بڑے بڑے محدثین مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ وغیرہ سب نے لکھا ہے کہ نماز کے تشہد میں یہ کلمات پڑھے جائیں گے: [السلام علیک ایھا النبی] اور بڑے بڑے محدثین نے لکھا ہے کہ اس کو حکایت کے طور پر نہ پڑھے بلکہ انشاء کا ارادہ کرے (یعنی یہ تصور کرے کہ حضور ﷺ میرے سلام کو سن رہے ہیں) پس اگر حضور ﷺ کو [یا] کے ساتھ پکارنا حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے ساتھ ہی خاص ہوتا تو پھر تمام محدثین اس کو اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرتے، لیکن آج تک کسی محدث کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس بات کا انکار کرے، لہذا حضور ﷺ کی ظاہری وفات کے بعد بھی آپ کو یارسول اللہ! یا نبی اللہ! یا حبیب اللہ! کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ عَلِيٍّ كَانَتْ لِي مَنَازِلَةٌ مِّنْ رَّسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ سَبْعُ وَاقِفٌ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ }

[مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی، الفصل الثانی بحوالہ سنن نسائی: ۵۶۵]

ترجمہ: ”حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں وہ مرتبہ ملا تھا جو کسی اور کو نہ ملا تھا، پس صبح سحری کے وقت حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتا اور میں کہتا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ (سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی!)۔“

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو یا نبی اللہ! کہہ کر پکارنا حضرت

علیؑ کی سنت مبارکہ ہے۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! }

قَالَ الْقَزْوِينِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

[جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب ما جاء فی معہ النبی: ۲۰۳/۲، مشکوٰۃ الصالح، باب فی الحجرات، الفصل الثانی: ۵۴۰]

ترجمہ: ”حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرمؐ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا کہ ہم مکہ کے گرد و نواح میں نکلے، پس ہم جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے، اُسی سے آواز آتی: السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! (سلام ہوا آپ پر اے اللہ کے رسول!)۔“ حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔
فائدہ: اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ رسول اکرمؐ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

[دلیل: ۴]

{ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِذَا ضَلَّ أَحَدُكُمْ أَىَّ عَنِ الطَّرِيقِ أَوْ أَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ فِيهَا أَنْبِیَسٌ، فَلْيَقُلْ يَا عَبْدَ اللَّهِ! أَعِیْثُوْنِیْ وَفِیْ رِوَاۓ: أَعِیْثُوْنِیْ فَإِنَّ لِلَّهِ عِبَادَةَ الْأَنْرِوْثِهِمْ }

ترجمہ: ”رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی راستہ بھول جائے یا وہ ایسی زمین پر ہے جہاں اُس کا کوئی ساتھی نہیں اور اُسے مدد کی ضرورت ہے تو وہ یوں کہے، اے اللہ کے بندوں! میری مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے۔“

[المعجم الکبیر: ۱۰۴۱/۷]۔ [فعب الایمان: ۱۱۸۳]۔ [مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۱۳۲]۔ [مسند ابی یوسف: ۱۷۹/۱۷]

فائدہ: ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ثقہ علماء کرام نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، آپ ہی [یا عبد اللہ! اَعِیْثُوْنِیْ] کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس سے مرداد فرشتے یا مسلمان جن یا مردان غیب ہیں جن کو ابداً اللہ کہتے ہیں، یعنی اولیاء اللہ، لہذا اس حدیث سے پتہ چلا کہ غیر اللہ کو لفظ [یا] کے ساتھ مدد کے طور پر پکارنے کا خود حضور ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہے۔

ق حیاتِ انبیاء و اولیاء ق

سوال: 1: کیا انبیاء کرام و اولیاء عظام دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں؟ اس کے بارے قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: حیات انبیاء کے بارے قرآن و سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم ﷺ حیات حقیقی اور جسمانی کے ساتھ اپنی قبور میں زندہ ہیں، اپنی نورانی قبور میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کا جواب دیتے ہیں جس طرح چاہے تصرف فرماتے ہیں اور اپنے امتیوں کے اعمال مشاہدہ کرتے ہیں، ان کی حیات شہداء سے بھی افضل اور اعلیٰ ہے۔

سوال: 2: حیات انبیاء پر قرآن حکیم سے دلیل پیش کریں؟
جواب: قرآن حکیم سے ایک آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔
 ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

يُرِيقُونَ}

ترجمہ: ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جائیں، تم اُن کو مردہ گمان مت کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔“ [ال عمران: ۱۶۹]

فائدہ: جب حضور ﷺ کے امتیوں میں سے کوئی شہید ہو جائے تو اُس کے زندہ ہونے کی گواہی قرآن دے رہا ہے تو پھر انبیاء کرام اور خصوصاً رسول اکرم ﷺ کا درجہ تو سب امتیوں سے بڑھ کر ہے تو پھر آپ کیوں زندہ نہ ہوں گے۔

امام احمد، ابویعلیٰ، امام طبرانی، امام حاکم نے مستدرک اور امام بیہقی نے دلائل النبوة میں ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ میں اس بات پر نو (۹) دفعہ قسم اٹھانا زیادہ پسند کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کو شہید کیا گیا ہے جبکہ حضور ﷺ کے شہید نہ ہونے پر صرف ایک دفعہ قسم اٹھاتا ہوں کیونکہ حضور ﷺ کی وفات اسی زہر کے اثر سے ہوئی تھی جو خنجر کے موقع پر یہودیوں کی طرف سے آپ کو دیا گیا تھا تو اُس زہر کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہونا طبی تھا لیکن آپ کا اس کے باوجود زندہ رہ جانا ایک معجزہ تھا، لہذا آپ کی موت بھی شہادت کی ہے اور شہید کے زندہ ہونے کی قرآن پاک نے صراحت کر دی ہے۔

سوال: 3: حیات انبیاء پر چند احادیث مبارکہ بطور دلیل پیش کریں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَرَّ زُتُّ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يَصَلِّي فِي قَبْرِهِ}

[صحیح مسلم: کتاب النفل، باب من فعلن موی: ۲/۲۶۸]

ترجمہ: ”حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ

السلام کی قبر کے پاس سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام

اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور نماز بھی ادا فرماتے ہیں۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْنَيِ النَّبِيِّ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ

ﷺ وَأَبْنِي وَأَصْغَرَ ثَوْبَيْنِ وَأَقُولُ: إِنَّمَا زَوْجِي وَأَبْنِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَ اللَّهُ!

مَا دَخَلْتُهُ إِلَّا وَأَنَا مُسْتَوْدَعٌ عَلَى ثَوْبَيْنِ حَيَّائِ مِنْ عُمَرَ}

[حاکم فی المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ: ۳/۶۷۳، مشکوٰۃ المصابیح: باب زیارۃ القبور، الفصل الثانی: ۱۵۳]

ترجمہ: ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے اس حجرۂ اقدس میں

داخل ہوتی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ مدفون اور آرام فرماتے تھے تو میں کچھ پردہ کا اہتمام کرتی تھی اور دل میں

کہتی تھی کہ یہ تو میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں (یعنی مکمل پردے کی ضرورت نہیں ہے) پھر جب

اس حجرے میں حضرت عمر ؓ مدفون ہوئے تو میں بغیر اچھی طرح پردہ کیے ہرگز نہ داخل ہوتی حضرت عمر

ﷺ سے حیاء کرتے ہوئے۔“

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عقیدہ تھا کہ اہل قبور

دیکھتے ہیں، وہ سمجھتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر ؓ مجھے بوقت زیارت دیکھتے ہیں لیکن ان سے

پردہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ایک ان کے شوہر اور ایک باپ تھے لیکن حضرت عمر ؓ کے مدفون ہونے کے

بعد باقاعدہ پردہ کر کے جاتی تھیں جس سے یہ عقیدہ نکھر کر سامنے آ گیا کہ انبیاء کرام و اولیاء کرام اپنی قبور میں

حیات ہیں اور زائرین کو دیکھتے ہیں۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلَ أَنْ يَرْزُقَ }

[سنن نسائی: کتاب الحجۃ، باب اکثر راصلہ و علی التبی: ۲۰۳/۱، سنن ابن ماجہ: باب فضل الحجۃ: ۷۶، سنن ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب فی الاستغفار: ۳۲۱/۱، مشکوٰۃ المصابیح: باب الحجۃ، الفصل الاثنی: ۱۳۰]

ترجمہ: ”حضرت اوس بن اوس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اُسے رزق دیا جاتا ہے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک کو صحاح ستہ میں سے تین کتابوں میں نقل کیا گیا جس میں حضور ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

ق حقیقتِ وسیلہ ق

سوال 1: اپنی دنیاوی و اخروی حاجات کے پورا کرنے کے لئے انبیاء کرام و اولیاء عظام کا وسیلہ پیش کرنے کے بارے میں قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: اپنی دینی و دنیوی حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام و اولیاء عظام کا وسیلہ پیش کرنا قرآن و سنت کی روشنی میں جائز ہے اور اس عمل کے جائز ہونے پر جمہور محدثین و مفسرین کا اجماع ہے۔

سوال 2: قرآن پاک سے وسیلہ کے جواز پر کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: قرآن حکیم سے 2 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا }

[النساء: ۶۴، پ: ۵]

ترجمہ: ”اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوں، پھر

اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ بھی اُن کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی بخشش کے لئے رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پیش کریں تو پھر اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرمائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ تمام معتبر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا حکم قیامت تک کیلئے باقی ہے، یہ صرف حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

[دلیل: ۲]

{وَكَاذِبًا مِّن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا} [البقرہ: ۸۹، پ: ۱۰]

ترجمہ: ”اور اس سے پہلے وہ اُس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر جلالین، تفسیر خازن، تفسیر کبیر، تفسیر قرطبی اور تفسیر کشاف وغیرہ میں ہے ”[أَيُّ يَقُولُونَ: اللَّهُمَّ انصُرْنَا عَلَيْهِم بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ صِفَتَهُ فِي التَّوْرَةِ وَكَانُوا يُنصَرُونَ]“ یعنی وہ لوگ کہتے کہ اے اللہ! تو ہماری مدد فرما اُس نبی ﷺ کے وسیلے سے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہونے والا ہے جس کی صفات ہم تورات میں پاتے ہیں، تو ان کی مدد کی جاتی تھی۔

[تفسیر جلالین: ۱۳]، [تفسیر خازن: ۶۹/۱]، [تفسیر کبیر: ۱۷۹/۲]، [تفسیر قرطبی: ۲۰/۲]، [تفسیر کشاف: ۱۸۸/۱]

فائدہ: یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز پر بڑی واضح دلیل ہے۔

سوال: 3: احادیث مبارکہ سے وسیلہ کے جواز پر کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِذَا أَقْبَضُوا اسْتَسْفَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ: فَيَسْقُونَ}

[صحیح بخاری: الباب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا اقطوا: ۱۱۳]

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ کے زمانے میں قحط پڑا تو آپ نے حضرت عباس بن عبد ا ؓ کے وسیلے سے بارش طلب کی، پس یوں دعاء کی: اے

اللہ جَلَّالُکَ اہم تیرے نبی ﷺ کے وسیلے سے دُعا مانگتے تھے تو تُو بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تجھ سے تیرے نبی ﷺ کے چچا کے وسیلے سے دُعا مانگتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما، پس اُن پر بارش برسا دی جاتی۔“
فائدہ: اس حدیث مبارک میں حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت عباس ؓ کا وسیلہ پیش فرما کر ثابِت کر دیا کہ نہ صرف حضور ﷺ بلکہ آپ کے چچا کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَنِيفٍ ؓ أَنَّ رَجُلًا ضَرِبَ الْبَصَرَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَنِي، قَالَ ﷺ: إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَقَوَّ حَيْزَ لَكَ، قَالَ: فَأَدْعُهُ، قَالَ: فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنُ وَضُوءَهُ وَيَدْعُو بِهَذَا الدُّعَايِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاتَّوَجَّهْ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ ؓ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَا مُحَمَّدُ! صَلِّیْ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلِّمْ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلَیْ رَءِیِّ فِیْ حَاجَتِیْ هَذِهِ لِتَقْضِیْ لِیْ، اَللّٰهُمَّ فَسَقِّعْهُ فِیْ }
[جامع ترمذی: ابواب الدعوات، باب فی انتظار الفرج: ۲/۱۹۷، سنن ابن ماجہ: کتاب القامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی صلوۃ الحاجہ: ۹۹]

ترجمہ: ”حضرت عثمان بن حنیف ؓ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے آنکھیں عطا فرمادے، پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تُو چاہے تو میں دُعا کرتا ہوں اور اگر تُو چاہے تو صبر کر کہ یہ تیرے لئے بہتر ہے، پس اُس صحابی ؓ نے عرض کیا کہ آپ دُعا فرمادیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تُو اچھے طریقے سے وضوء کر کے یہ دُعا پڑھ: اے اللہ! جَلَّ جَلَّالُکَ میں تجھ سے تیرے نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! صَلِّیْ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلِّمْ میں آپ کے واسطے سے اپنے رب ﷻ کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں کہ میری وہ حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ! جَلَّ جَلَّالُکَ میرے حق میں یہ سفارش قبول فرمائے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ حضور ﷺ نے خود صحابی کو تعلیم دی کہ تم میرے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو، تو اگر غیر اللہ کا وسیلہ پیش کرنا شرک ہوتا تو حضور ﷺ خود کبھی بھی اس کی تعلیم نہ فرماتے۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ مَالِكِ الدَّارِیِّ وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ ؓ قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَطْعٌ فِیْ زَمَنِ

عُمَرُ ۛ فَجَآءَ بِلَالُ بْنُ الْخَارِثِ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ۛ فَقَالَ [يَا رَسُولَ اللَّهِ! صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ! اسْتَسْقِ لَأَمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكَوْا] فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ۛ فِي الْمَنَامِ وَقَالَ: أَنْتَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأَقْرَاهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنْهُمْ يُسْقَوْنَ فَأَتَاهُ وَأَخْبِرَهُ فَبَكَى عُمَرُ وَسَقَوْا ۛ

[رواہ البیہقی بمسند صحیح] [مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲/۱۲، کتاب فضائل: باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب، دلائل النبوة

للبیہقی، باب ما جاء فی ردیة النبی فی المنام: ۴۷، ۴۸، فتح الباری: ۶۳/۹۲]

ترجمہ: ”حضرت عمر ۛ کے خازن مالک داری ۛ کہتے ہیں کہ حضرت عمر ۛ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت بلال بن حارث ۛ نبی اکرم ۛ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کیلئے بارش طلب فرمائیے، لوگ ہلاک ہو گئے ہیں تو اُس شخص کے خواب میں حضور ۛ تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر بن خطاب سے جا کر میرا سلام کہو اور یہ بتا دو کہ عنقریب بارش برسائی جائے گی، پس وہ شخص حضرت عمر فاروق ۛ کے پاس آیا اور اس بات کی خبر دی تو حضرت عمر فاروق ۛ رو پڑے اور اُن پر بارش برسا دی گئی۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ صحابی رسول حضرت بلال ۛ نے حضور ۛ کی قبر انور کا وسیلہ پیش کیا اور حضرت عمر فاروق ۛ نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ ہی کسی اور صحابی نے اعتراض کیا کہ تم شرک کر رہے ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام کا وسیلہ پیش کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

WWW.NAFSESLAM.COM

قِ اختیاراتِ مصطفیٰ ق

سوال: 1: اختیاراتِ مصطفیٰ ۛ کے بارے قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن و سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ۛ کو خصوصی اختیارات عطا فرمائے ہیں جن کی بنا پر آپ ۛ حلال و حرام قرار دینے کا اختیار رکھتے ہیں اور کسی بھی حرام چیز کو کسی خاص بندے کے لیے حلال کرنے اور کسی حلال چیز کو کسی خاص بندے کے لیے حرام کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

سوال: 2: اختیاراتِ مصطفیٰ ۛ پر قرآن حکیم سے چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے 3 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{وَيُحِلُّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْكُمْ الْخَبَائِثَ} [الاعراف: ۱۵۷، پ: ۹]

ترجمہ: ”اور یہ نبی اُن کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتے ہیں۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ حضور ﷺ اُمتیوں کے لیے حلال و حرام کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

[دلیل: ۲]

{وَمَا أَمَرَ الرَّسُولُ فَعْدُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا} [المشر: ۷، پ: ۲۸]

ترجمہ: ”اور جو کچھ تمہیں رسول ﷺ عطا فرمائیں اُسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں پس اُس سے رک جاؤ۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کو عطا کرنے اور منع کرنے کا اختیار ہے۔

[دلیل: ۳]

{وَلَا يَحْزَمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ} [التوبة: ۲۹، پ: ۱۰]

ترجمہ: ”اور وہ حرام نہیں مانتے اُس چیز کو جس کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حرام کیا۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اُس کا رسول ﷺ حلال و حرام کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور حضور ﷺ کے اس اختیار کو نہ مانتا منافقین کا طریقہ ہے۔

سوال: 3: اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ پر چند احادیثِ مبارکہ پیش کیجیے؟

جواب: احادیثِ مبارکہ میں سے 5 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ}

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الشہید: ۱/۱۷۱، مجمع مسلم: ۱/۱۹۹]

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک

مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں ہیں۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر قسم کے خزانوں کا مالک بنایا ہے، آپ جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ مُعَاوِيَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي }

[صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من رد اللہ بہ: ۱۶۱]

ترجمہ: ”حضرت معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اُسے تقسیم فرماتا ہوں۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک کے تحت مثلاً علی قاری اور دیگر محدثین نے لکھا ہے کہ اللہ ﷻ آپ ﷺ کو علم، مال اور دیگر ہر طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور آپ ﷺ انہیں تقسیم فرماتے ہیں تو یہ حضور ﷺ کے مختار ہونے کی دلیل ہے۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَوْلَا أَشَقُّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُ نَحْمُ بِالنِّسَاءِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ }

[صحیح بخاری، کتاب الجمع، باب السواک يوم الجمعة: ۱۲۲]

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری اُمت پر گراں نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت سواک کرنے کا حکم دیتا۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کو احکام نافذ کرنے میں اللہ ﷻ نے مختار بنایا ہے، اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں حکم دیتا تو سواک لازم ہو جاتی۔

[دلیل: ۴]

{ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ؓ قَالَ خُزَيْمَةُ الْأَنْصَارِيُّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهِادَتَهُ شَهَادَةَ الرَّجُلَيْنِ }

[صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قول اللہ: قبل مل ترہسون: ۳۹۳]

ترجمہ: ”حضرت زید بن ثابت ؓ فرماتے ہیں کہ خزیمہ انصاری ؓ وہ شخص ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی گواہی کو دوسروں کے برابر قرار دیا ہے۔“

فائدہ: قرآن حکیم کے حکم کے مطابق حدود و قصاص میں کم از کم دوسروں کی گواہی ضروری ہے مگر حضور ﷺ نے اپنے خصوصی اختیارات سے حضرت خزیمہ ؓ کی گواہی کو دوسروں کے برابر قرار دیا۔

[دلیل: ۵]

{ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ ۖ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءُ بِالْمُرْدَلِقَةِ } [صحیح بخاری، کتاب النساک، باب من جمع بينهما: ۲۲۷۱]

ترجمہ: ”حضرت ایوب انصاری ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں

مقام مردلفہ پر مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔“

فائدہ: قرآن حکیم کے حکم کے مطابق ہر نماز کے لیے علیحدہ وقت مقرر ہے اور ایک وقت میں دو

نمازیں نہیں پڑھ سکتے مگر حضور ﷺ نے خصوصی اختیارات سے مقام مردلفہ میں حج کے موقع پر دو نمازیں اکٹھی کرنے کا حکم دیا۔

ق حاضر و ناظر نبی ق

سوال: 1: رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں قرآن و سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر انور میں موجود رہ کر پوری دنیا کے احوال و حوادث کو اپنی ہتھیلی پر دیکھ رہے ہیں اور آپ ﷺ کا جسم اصلی قبر انور میں موجود رہتا ہے اور جسم مثلی کے ساتھ آپ ﷺ ہر مومن و کافر کی قبر میں تشریف لاتے ہیں اور دنیا بھر میں جہاں چاہیں، آپ اپنے غلاموں کو زیارت سے نوازنے کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔

سوال: 2: رسول اکرم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے بارے میں قرآن سے چند دلائل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے 3 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا } [الاحزاب: ۴۵، پ: ۲۲]

ترجمہ: ”اے غیب کی خبریں بتانے والے! بے شک ہم نے تم کو حاضر و ناظر، خوشخبری دینے

والا اور ڈرستانے والا بنا کر بھیجا۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ میں موجود لفظ [شاهد] کا معنی ہے حاضر و ناظر تو یہ اس بات کی دلیل

ہے کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔

[دلیل: ۲]

{اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ} [الفيل: ۳۰]

ترجمہ: ”اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔“
 فائدہ: یہ آیت کریمہ اور اس کے علاوہ کئی اور آیات میں یہی انداز ہے کہ اے محبوب! کیا تم نے نہیں دیکھا، اب ہاتھی والا واقعہ اور قوم عاد وغیرہ کے واقعات حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے کے ہیں مگر رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ نے اُن کو دیکھا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ جو اُس وقت بھی نبوت کے نور سے منور تھے، آپ ﷺ سارے واقعات دیکھ رہے تھے جو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل: ۳]

{فَكَيفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا}

ترجمہ: ”پس کیسا ہوگا جب ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تم کو اُن سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔“ [النساء: ۴۱، پ: ۵]

فائدہ: جب قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی اُمّتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے رسولوں نے پیغام نہیں پہنچائے تو انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے ان تک احکام نبوت پہنچا دیئے تھے اور وہ اپنی گواہی کیلئے اُمّتِ مصطفیٰ کو پیش کریں گے، اُن کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے اُن نبیوں کا زمانہ نہیں پایا تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہمیں ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ نے بتایا تھا، تب حضور ﷺ سے گواہی لی جائے گی۔

اب اگر حضور ﷺ نے گذشتہ انبیاء کرام کی تبلیغ اور آئندہ اپنی اُمّت کے حالات کو خود اپنی آنکھوں سے نہ ملاحظہ کیا ہوتا تو آپ کی گواہی پر بھی اعتراض ہوتا جیسا کہ حضور ﷺ کے اُمّتیوں کی گواہی پر اعتراض ہوا، تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی گواہی دیکھی اور سنی ہوئی تھی، اسی لئے قبول کر لی گئی تو یہ حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

سوال: 3: رسول اکرم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر چند احادیثِ مبارکہ پیش کریں؟

جواب: احادیثِ مبارکہ میں سے 4 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنِّي فَرَطُ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدُ عَلَيْكُمْ
وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَنْظِرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ } [صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی الشہید: ۱۷۹۱]

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! میں ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔“
فائدہ: اس حدیث مبارک میں حضور ﷺ نے اپنے بارے فرمایا کہ میں شہید [گواہ] ہوں اور گواہی وہی دے سکتا ہے جو واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو یہ حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَطَمٍ مِّنْ أَطَامِ
الْمَدِينَةِ فَقَالَ: هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى، قَالُوا لَا قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى الْفَنَنَ تَعْمَعُ ظِلُّ نَبِيِّكُمْ
كَوَقَعِ الْمَطَرِ }

[صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینہ، باب اہم من کار: ۲۵۲، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن: ۴۶۲]

ترجمہ: ”حضرت أسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی وہ دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔“
فائدہ: اس حدیث پاک سے بھی یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اکرم ﷺ مستقبل کے تمام واقعات کو دیکھتے ہیں جو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی دلیل ہے۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيئُهُ
إِلَّا أَرِيئُهُ فِي مَقَامِي حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ } [صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اجاب الغنی: ۱۸۱۱]

ترجمہ: ”حضرت أسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو مگر میں نے اپنے مقام پر اس کو دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور ﷺ تمام احوال و واقعات کو دیکھ

رہے ہیں جو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

[دلیل: ۴]

{ عَنْ أَنَسٍ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرَ وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبْرُهُمْ فَقَالَ: أَخَذَ الرَّأْيَةَ زَيْدٌ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأَصِيبَ وَعَيْنَاهُ نَذْرٌ فَإِنِ إِلَى حَتَّى أَخَذَ الرَّأْيَةَ سَيُفُّ مِنْ سَيُوفِ اللَّهِ يَغْنِي خَالِدَ ابْنَ الْوَلِيدِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ }

[صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوة موتہ: ۶۱۱/۲]

ترجمہ: ”حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید ؓ، حضرت جعفر ؓ اور حضرت ابن رواحہ ؓ کی موت کی خبر لوگوں تک اُن کے آنے سے پہلے دی، پس فرمایا کہ اب جھنڈا حضرت زید ؓ نے لے لیا اور وہ شہید ہو گئے، پھر جھنڈا حضرت جعفر ؓ نے پکڑ لیا، پس وہ بھی شہید ہو گئے، پھر جھنڈا حضرت ابن رواحہ ؓ نے پکڑ لیا، پس وہ بھی شہید ہو گئے اور پھر حضور ﷺ کی آنکھیں اٹکبار ہو گئیں، یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار حضرت خالد بن ولید ؓ نے لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فتح دے دی۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مقام موتہ جو کہ مدینہ منورہ سے بہت ہی دور تھا، وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، اُس کو حضور ﷺ نے مدینہ سے دیکھ لیا جو آپ کے حاضر و ناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

WWW.NAPSEISLAM.COM

ق نور و بشرق

سوال: 1: رسول اکرم ﷺ کے نور و بشرق کے بارے میں قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: رسول اکرم ﷺ نور اور بشر دونوں ہیں اور ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، فرق صرف یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بشریت کا منکر کافر ہے جبکہ نورانیت کا منکر گمراہ اور بد دین ہے لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بشر ہونے کے باوجود امتی کے لیے صرف بشر کہہ کر پکارنا بے ادبی اور گستاخی ہے جبکہ نور کہہ کر پکارنا محبت رسول و ادب رسول ہے۔

سوال: 2: حضور ﷺ کے نور ہونے پر قرآن حکیم سے کوئی دلیل پیش کریں؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: {قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ} [المائدہ: ۱۵]

ترجمہ: ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آئی۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر ابن عباس، تفسیر کبیر، تفسیر طبری، تفسیر جلالین اور تفسیر روح المعانی وغیرہ کثیر معتبر تفاسیر میں یہ موجود ہے کہ یہاں نور سے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک مراد ہے۔

[تفسیر ابن عباس: ۸۲/۱]، [تفسیر کبیر: ۱۸۹/۶]، [تفسیر طبری: ۱۰۳/۶]، [تفسیر جلالین: ۹۷/۲]، [تفسیر روح المعانی: ۹۸/۳]

سوال: 3: حضور نبی کریم ﷺ کے نور ہونے پر چند احادیث مبارکہ پیش کریں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ

ﷺ عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى؟ فَقَالَ هُوَ نُورٌ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللَّهُ} [اسناد صحیح]

ترجمہ: حضرت امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں حضرت معمر سے، وہ روایت کرتے ہیں

حضرت ابن المنکدر سے اور وہ روایت کرتے ہیں حضرت جابر ؓ سے اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو (سب سے پہلے) پیدا فرمایا۔ [مصنف عبدالرزاق: ۶۳]

فائدہ: اس حدیث کو امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ کے استاذ امام عبدالرزاق ؒ نے اپنی

کتاب مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کیونکہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

[دلیل: ۲]

{عَنْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَالِكٍ ؓ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ دَائِمًا: اللَّهُمَّ

صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ السَّابِقِ لِلْطُّقِ نُورُهُ} [اسناد صحیح] [مصنف عبدالرزاق: ۵۹]

ترجمہ: حضرت امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی حضرت ابن عیینہ نے اور وہ حضرت

مالک ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام مالک ؓ ہمیشہ یہ ورد پڑھا کرتے تھے، اے اللہ! تو رحمتیں نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر، جن کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا۔

فائدہ: اس روایت کو امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ کے استاذ امام عبدالرزاق ؒ نے اپنی

کتاب مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس روایت کے بھی تمام راوی صحیح، ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

[دلیل: ۳]

{ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مُعَمَّرٍ عَنِ الرَّهْزِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِعَيْنِي فَاتَيْنِ وَكَانَ نُورًا أَكَلَهُ بَلُّ نُورًا مِّنْ نُورِ اللَّهِ } [مسند صحیح] [مصنف عبدالرزاق ۶۲:]

ترجمہ: حضرت امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں حضرت معمر سے، وہ روایت کرتے ہیں امام زہری سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت سالم ﷺ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی اپنی ظاہری دونوں آنکھوں کے ساتھ زیارت کی تو آپ ﷺ نور تھے بلکہ آپ تو نور من نور اللہ تھے۔

فائدہ: اس حدیث پاک کو بھی امام بخاری ﷺ اور امام مسلم ﷺ کے استاذ امام عبدالرزاق ﷺ نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کیونکہ اس حدیث کے بھی تمام راوی صحیح، ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

ق مزاراتِ اولیاء پر حاضری ق

سوال: 1: اولیاء کرام و صالحین عظام کے مزارات اور ان کی قبور پر حاضری دینے کا کیا شرعی حکم ہے؟

جواب: انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی قبور کی زیارت کرنا اور اس مقصد کیلئے سفر کرنا ایک مستحب عمل ہے علماء کرام فرماتے ہیں کہ شروع اسلام میں زیارتِ قبور سے منع کیا گیا تھا مگر بعد میں حضور ﷺ نے اس حکم کو منسوخ قرار دے کر زیارتِ قبور کی اجازت عنایت فرمادی تھی۔

سوال: 2: زیارتِ قبور کے مستحب ہونے پر کیا دلائل ہیں؟

جواب: زیارتِ قبور پر 2 احادیث مبارکہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ }

قُرُوءُهَا فَأَنْتَرَقُ الْقَلْبَ وَتَدْمَعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی زیارۃ القبر: ۱۳۱۳، بتکمیل فی شعب الایمان: ۱۵/۷]

ترجمہ: ”رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے روکا تھا، پس

اب تم ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ زیارت قبور دلوں کو نرم، آنکھوں کو پر نور اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔“

[دلیل: ۲]

{ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

إِلَى الْبُقْعِ فَيَقُولُ: أَلَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَنَاكُمْ مَا تُوْعَدُونَ عَذَابَ

مُؤْجَلُونَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَآخِفُونَ، أَلَلَّحُمَّ أَغْفِرْ لَأَهْلِ الْبُقْعِ الْعَرَقَةِ }

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی اہل القبور: ۱۳۱۳]

ترجمہ: ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ رات کے آخری

حصہ میں جنت البقیع شریف (مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان) کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے مومن قوم

کے گھر والوں! تم پر سلام ہو، کل تمہارے پاس وہ (اجر و ثواب) آجائے گا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور بے

شک ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، اے اللہ! البقیع غرقہ یعنی جنت البقیع والوں کی مغفرت فرما

“

فائدہ: گذشتہ احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زیارۃ قبور کرنے سے حضور ﷺ نے

پہلے منع فرمایا تھا مگر بعد میں خود اجازت بھی عنایت فرمادی اور عملی طور پر خود حضور ﷺ بھی زیارۃ قبور کیلئے

جنت البقیع تشریف لے جایا کرتے تھے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام کی قبور کی

زیارت کیلئے جانا حضور ﷺ کا عملی طریقہ ہے جو کم از کم ایک مستحب عمل ہوگا۔

فی انگوٹھے چومنے کا حکم

سوال: 1: حضور ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن و سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنا ایک مستحب عمل ہے، یہ

کوئی واجب یا فرض نہیں بلکہ یہ ایک محبوب و مستحب عمل ہے جو حضور ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔

سوال: 2: اس عقیدے پر کیا شرعی دلیل ہے؟

جواب: اس عقیدے پر تین دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیلہ: ۱]

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تو آپ کو حضور ﷺ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ وہ تیری نسل میں سے ہے اور آخری زمانے میں ظاہر ہوگا، پس حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ سے ملاقات کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی میں نور محمدی ڈال دیا، پس آپ نے اُس نور پاک کی پاکی بیان کی اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے جمال کو آپ کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں آئینہ کی طرح ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور آنکھوں پر لگا دیا۔

[تفسیر روح البیان: ۲۲۹/۷۷]

فائدہ: اس تفسیری عبارت سے پتہ چلا کہ انگوٹھے چومنا ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی سنت مبارک ہے جو رسول اکرم ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔

[دلیلہ: ۲]

حضرت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ اذان میں پہلی شہادت کے سننے کے وقت یہ کہنا مستحب ہے [صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ] اور دوسری شہادت کے وقت انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر لگا کر یہ کہنا مستحب ہے: [قَرَّةٌ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ] ”یا رسول اللہ! آپ کی بدولت میری آنکھیں ٹھنڈی ہیں، پھر اس کے بعد کہے: [اَللّٰهُمَّ مَتَّعِنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ] ”اے اللہ! مجھے کانوں اور آنکھوں سے نفع عطا فرما، ایسا کرنے والے کیلئے حضور ﷺ جنت میں جانے کی قیادت فرمائیں گے۔

[فتاویٰ شامی: باب الاذان: ۲۹۳]

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ انگوٹھے چومنا فقہ حنفی کے بہت بڑے امام علامہ شامی کے فرمان کے مطابق ایک مستحب عمل ہے۔

[دلیلہ: ۳]

امام ویلی نے ”القرودس“ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ جب انہوں نے

مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ تو انہوں نے یہی کلمات دہرائے اور شہادت کی دونوں انگلیوں کے پوروں کے پیٹ کو بوسہ دیا اور انہیں آنکھوں سے لگایا، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي] ”جس نے وہ کام کیا جو میرے خلیل نے کیا تو اُس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔“

[ذکر السناد فی القاصد المحمدی عن الدیلمی: ۳۸۴، حدیث نمبر: ۱۰۲۱]

فائدہ: اس روایت سے بھی پتہ چلا کہ انگوٹھے چومنا صحابی رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اور محبت رسول کی علامت ہے۔

فائدہ: اگرچہ انگوٹھے چومنے والی روایات ضعیف ہیں لیکن تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل و اعمال میں ضعیف حدیث معتبر اور قابلِ حجت ہے۔

ق اذان سے پہلے اور بعد میں دُرود و سلام پڑھنا ق

سوال: 1: اذان سے پہلے اور بعد میں دُرود و سلام پڑھنے کے بارے قرآن و سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن و سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد میں دُرود و سلام پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ ایک مستحب عمل ہے۔

سوال: 2: اس عقیدہ پر قرآن پاک سے دلیل پیش کریں؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا}

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اُس نبی پر رحمتیں بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔“

[سورہ احزاب: ۵۶]

فائدہ: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اذان کے ساتھ دُرود پاک پڑھنا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے کیونکہ مسلمانوں کو حکم یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے نبی پر دُرود بھیجوا اور قرآن حکیم نے اس کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا، لہذا فرضی عبادات کے علاوہ تمام فارغ اوقات میں حضور ﷺ پر دُرود پڑھنا جائز ہے اور اذان

سے پہلے اور بعد بھی اُن اوقات جائزہ میں شامل ہے۔

سوال: 2: احادیث مبارکہ میں سے اذان سے پہلے وبعد درود پاک پڑھنے پر کوئی دلیل پیش کریں؟
جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ قَالَ: مَا شِئْتُ، قُلْتُ: الرَّابِعُ؟ قَالَ: مَا شِئْتُ، فَإِنْ زِدْتُ فَقَوْ حَيَّرْتُ، فَالْخِصْفُ؟ قَالَ: مَا شِئْتُ وَإِنْ زِدْتُ فَقَوْ حَيَّرْتُ، قُلْتُ: فَالثَّلَاثِينَ؟ قَالَ: مَا شِئْتُ فَإِنْ زِدْتُ فَقَوْ حَيَّرْتُ، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا، قَالَ: إِذَا تَكْفَى فَمَكَ وَيَغْفِرْ ذَنْبَكَ }

[جامع الترمذی، الباب الزہد، باب ما جاء فی صلاۃ الخوف: ۶۸۴]

ترجمہ: ”حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود پاک بھیجتا ہوں، پس میں کتنا وقت آپ پر درود پاک کیلئے مقرر کروں؟ تو آپ ؐ نے فرمایا کہ جتنا وقت تم چاہو مقرر کرلو، پس میں نے عرض کیا کہ میں چوتھائی حصہ مقرر کرلوں؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو (مقرر کرلو) البتہ اگر زیادہ وقت کرلو گے تو بہتر ہوگا، تو میں نے عرض کی کہ کیا نصف حصہ مقرر کرلوں؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو (مقرر کرلو) البتہ اگر زیادہ وقت مقرر کرو گے تو بہتر ہوگا، تو میں نے عرض کیا کہ کیا میں دو تہائی حصہ مقرر کرلوں؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو (مقرر کرلو) البتہ اگر زیادہ وقت مقرر کرو گے تو بہتر ہوگا، تو میں نے عرض کیا کہ کیا میں تمام وقت آپ پر درود پاک بھیجوں گا، تو آپ ؐ نے فرمایا کہ تب یہ تمہارا نعم دور کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ فراغت کے تمام اوقات میں درود پاک پڑھنا خود حضور ؐ نے پسند فرمایا ہے اور اس عمل پر حضرت ابی بن کعب ؓ کو یہ خوشخبری دی کہ یہ عمل تمہارے غموں کو ختم کرنے اور گناہوں کی بخشش کا سامان ہوگا، تو اذان سے پہلے اور بعد کا وقت بھی فراغت کا وقت ہے، لہذا اس میں بھی رسول اکرم ؐ پر درود پاک پڑھنا آپ کو پسند ہے اور جو عمل حضور ؐ کو پسند ہو، وہ کم از کم مستحب کا درجہ رکھتا ہے، لہذا اذان سے پہلے اور بعد میں درود پاک پڑھنا ایک مستحب عمل ہوا۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ كَانَ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَكَانَ بِلَالٌ يُؤَدِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيُطْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ فَإِذَا رَأَهُ تَمَطَّيْتُ ثُمَّ قَالَ: [اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى فَرِيضٍ أَنْ يُفِيضَ إِدْبِيكَ] قَالَتْ ثُمَّ يُؤَدِّنُ قَالَتْ وَاللَّهِ! مَا عَلِمْتُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً يَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ }

[سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان فوق المنارة: ۸۳/۱]

ترجمہ: ”حضرت عروہ بن زبیر ؓ قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد کے ارد گرد گھروں میں سے اونچا تھا، پس حضرت بلال ؓ اُس پر کھڑے ہو کر فجر کی اذان دیا کرتے تھے، پس آپ سحری کے وقت تشریف لاتے تو گھر کے اوپر بیٹھ کر فجر کا انتظار کرتے، پس جب وہ فجر میں کچھ طویل وقت دیکھتے تو یہ الفاظ کہتے تھے: ”اے اللہ! میں تیری حرکتا ہوں اور میں تجھ سے فریض کے بارے میں مدد طلب کرتا ہوں کہ وہ اپنے دین پر قائم رہیں“ راویہ فرماتی ہیں کہ پھر حضرت بلال اذان دیتے (یعنی ان کلمات کو ادا کرنے کے بعد)، راویہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ حضرت بلال ؓ نے ان کلمات کو ایک رات بھی چھوڑا ہو (یعنی آپ روزانہ بلا ناغہ یہ کلمات اذان سے پہلے کہتے تھے)۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت بلال ؓ کا معمول مبارک تھا کہ وہ روزانہ اذان سے پہلے اللہ کی حمد کرتے اور قریش کے لئے استقامت دین کی دُعا کرتے حالانکہ قرآن و سنت میں کہیں بھی اس کا حکم نہیں دیا گیا تو اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ جب اذان سے پہلے حضرت بلال ؓ ایک اچھا عمل اپنی طرف سے اختیار کر سکتے ہیں تو پھر درود پاک جیسا اچھا عمل، ہم اختیار کر لیں تو یہ کیسے برا ہوگا؟

[دلیلہ: ۳]

{ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَدِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا }

[سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما يقول اذا سمعتم المؤذن: ۸۳/۱]

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم مؤذن سے اذان سنو تو تم بھی اِس کی مثل الفاظ کہو، پھر تم مجھ پر درود پاک پڑھو

کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اذان کے بعد درود پاک پڑھنے کا خود حضور ﷺ نے حکم فرمایا ہے اور حضور ﷺ کے حکم سے کم از کم مستحب تو ضرور ثابت ہوتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود پاک پڑھنا مستحب و محبوب عمل ہے۔

[دلیل: ۴]

اذان کا معنی ہے اطلاع دینا اور لوگوں کو نماز کی طرف بلانا جبکہ نماز خود صلوٰۃ و سلام پر مشتمل ہے تو جب نماز میں صلوٰۃ و سلام جائز ہے تو نماز سے باہر کون سی ممانعت ہے، صلوٰۃ و سلام کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ دن رات کی ہر گھڑی میں مستحب ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں۔

[وَمُسْتَحَبٌّ فِي كُلِّ أَوْقَاتِ الْأَمْكَانِ] [تلاوی شامی، کتاب الصلوٰۃ: ۲/۲۸۱]

ترجمہ: ”اور درود پاک تمام جائز اوقات میں پڑھنا مستحب ہے۔“

ق گیارہویں، ختم پاک، تیجا اور چالیسواں ق

سوال: 1: ختم پاک، گیارہویں شریف، فاتحہ شریف، تیجا اور چالیسواں وغیرہ کے بارے قرآن و سنت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت اسلامیہ کے نزدیک ان تمام امور کی اصل ایصالِ ثواب ہے جو کہ قرآن و سنت سے ثابت شدہ ہے، لہذا مذکورہ تمام اعمال بھی شریعت کے نزدیک جائز بلکہ مستحب عمل ہیں کہ ان سب صورتوں میں فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

سوال: 2: ان مذکورہ افعال و اعمال کے مستحب و جائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: یہ تمام امور چند چیزوں سے مرکب ہیں: (۱): ایصالِ ثواب (۲): کھانے وغیرہ پر قرآن پاک پڑھنا (۳): ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا (۴): ختم وغیرہ کیلئے کوئی دن مقرر کرنا (۵): ان امور کے ثواب کو کسی بزرگ یا عزیز رشتہ دار کی طرف منسوب کرنا مثلاً یہ کہنا کہ یہ میرے والد محترم کے ایصالِ ثواب کا ختم ہے یا یہ غوثِ پاک کی گیارہویں ہے۔

اب مذکورہ تمام امور علیحدہ علیحدہ قرآن و سنت سے جائز و مستحب عمل ثابت شدہ ہیں تو ان کا مجموعہ

بھی جائز عمل ہوگا۔

سوال: کھانے وغیرہ کے اوپر قرآن پاک وغیرہ پڑھنے کی کیا شرعی دلیل ہے؟
جواب: کھانے کے اوپر قرآن پاک وغیرہ پڑھنے پر 3 دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

[دلیل: ۱]

{فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ} [الانعام: ۱۱۸، پارہ: ۸]

ترجمہ: ”تو کھاؤ اُس میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اُس کی آیتیں مانتے ہو۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ کا شان نزول تو خاص ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو تو اُسے کھا لو کہ وہ حلال ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو لیکن اس آیت کریمہ کا حکم عام ہے کہ جس پاکیزہ چیز پر بھی اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی لے لیا گیا ہو تو اُس کا کھانا جائز ہوگا اور وہ چیز پاکیزہ ہوگی۔

لہذا تھجا، دسواں، چالیسواں، سالانہ، گیارہویں شریف اور بارہویں شریف وغیرہ کے کھانے جائز ہوئے کیونکہ ان سب پر قرآن پاک کی تلاوت اور دُرود و سلام پڑھا جاتا ہے تو قرآن پاک پڑھنے سے کوئی بھی چیز حرام نہیں ہوتی، لہذا جو ان حلال چیزوں کو حرام کہے تو وہ قرآن پاک پر زیادتی کرنے والا ہے۔

[دلیل: ۲]

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اُس کے گھر کی ہر شے سے برکت ختم ہو گئی ہے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

{ اِنَّ اَنْتَ مِنْ اَيَةِ الْكُزْسِيِّ؟ مَا تَلَيْتَ عَلَى طَعَامٍ وَلَا اِذَا مَرَّ اِلَّا اَنْ لَّهِ بَرَكَ

فِي ذَلِكَ الطَّعَامِ وَالْاَدَامِ } [تفسیر درمثور: ۱۸/۸۳۴]

ترجمہ: ”تو آیت الکرسی سے کہاں غافل رہا؟ تو جس کھانے اور سالن پر آیت الکرسی پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اُس کھانے اور سالن میں برکت ڈال دے گا۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر اُس پر قرآن پاک پڑھنا ایک جائز امر ہے، خود حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، لہذا ایسے کھانے کو حرام کہنا حضور ﷺ کے حکم کی نافرمانی ہے۔

[دلیل: ۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو میری والدہ (حضرت ام سلیم) نے کچھ کھانا بطور تحفہ پکایا اور میرے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ یہ عرض

کیا کہ حضور ﷺ کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اس موقع پر یہی جو کچھ ہے، اسے قبول فرما لیجئے گا، پس میں وہ کھانا لے کر آپ کے پاس پہنچا اور والدہ کا سلام و پیغام عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے افس! اسے رکھ دو اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ، میں بلاتا گیا یہاں تک کہ تین سو آدمی جمع ہو گئے، پھر میں نے دیکھا کہ

{وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى تِلْكَ الْخِصَّةِ وَتَكَلَّمَ بِمَا شَاءَ اللَّهُ}

ترجمہ: ”پس آپ ﷺ نے اُس کھانے پر اپنا دست مبارک رکھا اور اللہ نے جو چاہا، آپ نے پڑھا۔“

بس پھر کیا تھا کہ وہ کھانا اس قدر برکت والا ہو گیا کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جو باقی ہے، وہ لے جاؤ، پس میں نے جب اُس بقیہ کھانے کو دیکھا تو میں اندازہ نہ کر سکا کہ جو میں لایا تھا، وہ زیادہ تھا یا یہ زیادہ ہے جو حضور ﷺ نے مجھے عطا کیا۔“

[صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الہدیۃ للعرض: ۷۷۶، مشکوٰۃ المصابیح، باب فی الحجرات: ۵۳۹]

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے کھانا سامنے رکھ کر قرآن پاک وغیرہ پڑھا اور دُعا و برکت کی جس سے کھانے میں برکت پڑ گئی، لہذا ختم پاک کے وقت کھانا سامنے رکھ کر قرآن کی تلاوت کرنا حضور ﷺ کے طریقے سے ثابت ہے اور باعث برکت ہے۔

سوال: کھانے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے پر کیا دلیل شرعی ہے؟

جواب: ایک حدیث مبارک بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ، ثُمَّ أَصَابَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ}

[سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کم مرۃ سلم الرعل فی الاسیوان: ۳۵۸۲]

ترجمہ: ”حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پھر رسول اکرم ﷺ نے مبارک ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی: اے اللہ! سعد بن عبادہ ﷺ کے گھر والوں کو رحمت اور برکت عطا فرما، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا حضور ﷺ کی سنت مبارک ہے۔

سوال: ختم و گیارہویں شریف وغیرہ کیلئے دن مقرر کرنے پر کیا شرعی دلیل ہے؟

جواب: کسی بھی نیک کام کیلئے دن مقرر کرنا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے سے ثابت ہے۔

[دلیل: ۱]

{ عَنْ أَبِي عُمَرَ ۞ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ۞ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاَ كُلِّ سَبْتٍ مَا شِئَا وَزَاكِتًا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ }

[صحیح بخاری: کتاب فضل الصلوٰۃ، باب مسجد قبا: ۱۵۹/۱ (۱۱۹۳) مشکوٰۃ المصابیح: باب المساجد، الفصل الاول: ۶۸]

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر ۞ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہر ہفتہ کو کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر مسجد قبا ۛ تشریف لے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر ۞ بھی ایسا کرتے تھے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ کسی بھی عبادت کیلئے دن مقرر کرنا رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت مبارک ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ أَبِي وَائِلٍ ۞ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ ۞ يَذْكُرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ }

[صحیح بخاری: کتاب العلم، باب ما کان النبی یقولہ: ۱۶۱۱، مشکوٰۃ المصابیح: کتاب العلم، الفصل الاول: ۳۳]

ترجمہ: ”حضرت ابو وائل ۞ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ۞ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ نیک کاموں کیلئے دن مقرر کرنا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت مبارک ہے۔

سوال: ایصالِ ثواب کے ثبوت پر کوئی شرعی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۞ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ۞ إِنَّ ابْنِ مَاتٍ وَتَرَكَ وَلَمْ يُوصِ }

{ فَهَلْ يَكْفُرُ عَنْهُ إِنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ قَالَ: نَعَمْ! } [صحیح مسلم: باب وصول ثواب الصدقات الی الیت: ۴۱۲۲]

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ۞ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اُس نے کچھ مال ترک چھوڑا ہے اور اُس نے وصیت بھی نہیں کی، تو اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اُن کے گناہ بخش دیئے جائیں گے تو ارشاد فرمایا کہ ہاں!

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ میت کو ایصالِ ثواب کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے اور حضور ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنْتَ لِي هَذِهِ؟ فَيَقُولُ بِاسْتِغْفَارٍ وَلَدَكَ لَكَ }

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک نیک بندے کا درجہ بلند فرمایا تو اُس نے عرض کیا: اے میرے رب! میرا یہ درجہ کیونکر بلند ہوا؟ تو ارشاد فرمایا کہ تیرے بیٹے کی تیرے لئے دُعا بخشش کی وجہ سے۔“

[مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مستدام احمد، باب الاستغفار، الفصل الثانی: ۲۰۵]

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ کسی نیک بندے یا بزرگ کیلئے دُعا بخشش کی جائے تو اُس کے درجہ بلند ہوتے ہیں۔

[دلیل: ۳]

{ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُنْتَعُوثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلَحُّفِهِ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَدْخُلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَائِي أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَأَنَّ هَذِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُ } [مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ محقق، کتاب الاستغفار، الفصل الثانی: ۲۰۶]

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ میت کی حالت قبر میں سمندر میں ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے جو غوطے کھا رہا ہو، وہ میت اُس دُعا کا انتظار کرتی ہے جو اُس کو اُس کے باپ، ماں، بھائی اور دوست کی طرف سے پہنچے، پس جب وہ دُعا استغفار اُس میت کے پاس پہنچتی ہے تو وہ (دُعا استغفار) اُس کے نزدیک دنیا اور اس کی تمام دولت سے بڑھ کر محبوب ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دُعا سے قبر والوں پر پہاڑوں کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور بے شک زندوں کی طرف سے مردوں کیلئے بہترین تحفہ دُعا استغفار ہے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو استغفار اور ایصالِ ثواب کی وجہ سے بخش دیا جاتا ہے اور اُس کی نیکیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

سوال: ایصالِ ثواب کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: اس پر ایک حدیث مبارک بطور دلیل پیش کی جاتی ہے۔

{ عَنْ سَعْدٍ ؓ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ! إِنْ أَمَّنِي أَفْتَلَيْتُ وَأَعْلَمُ أَنَّهَا لَوْ عَاشَتْ لَتَصَدَّقَتْ، أَفَإِنْ تَصَدَّقَتْ عَنَّا يَنْفَعُنَا ذَلِكَ؟ قَالَ ﷺ نَعَمْ! فَسَأَلَ النَّبِيَّ أَيُّ صَدَقَةٍ أَنْفَعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ ﷺ الْمَائُ، فَحَفَرُوا بِنِزًا وَقَالَ فَذِهِ لِأَمِّ سَعْدٍ }

[سنن ابی داؤد: کتاب الزکوۃ، باب فی فضل سقی المائی: ۲۳۶۱، سنن قسائی: کتاب الوصایا، باب فضل الصدقۃ عن المیت

۱۲۳/۲، طبرانی فی معجم الکبیر: ۲/۲۱۱ (رقم الحدیث: ۵۳۸۳)]

ترجمہ: ”حضرت سعد ؓ عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ

اے اللہ کے نبی! بے شک میری والدہ اچانک انتقال فرما گئی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اگر وہ زندہ رہتی تو وہ ضرور صدقہ کرتیں، پس اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں تو انہیں اس کا فائدہ ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں! پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ! کون سا صدقہ زیادہ نفع بخش ہے؟ فرمایا کہ پانی، پس آپ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ اُم سعد کیلئے ہے۔“

فائدہ: اس حدیث مبارک سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ ایصالِ ثواب کی چیز کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے اور یہ کوئی شرک وغیرہ نہیں ہے۔

ق نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا ق

سوال: 1: فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا کیا شرعی حکم ہے؟

جواب: قرآن و سنت کی روشنی میں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز و مستحسن ہے۔

سوال: 2: ذکر بالجہر پر قرآن مجید سے کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: { فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُؤْا لِّلَّهِ } [النار: ۱۰۳]

ترجمہ: ”پھر جب تم نماز پڑھ لو تو فوراً اللہ کو یاد کرو۔“

فائدہ: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد اللہ کو یاد کرنا جائز ہے، چاہے آہستہ

آواز سے ہو یا بلند آواز سے۔

سوال: 3: ذکر بالجہر پر احادیث مبارکہ سے کوئی دلیل پیش کریں؟

جواب: احادیثِ مبارکہ میں سے 2 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُبَيْرٍ ؓ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهِ يَقُولُ بِصَوْتِهِ الْأَعْلَى: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ }

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔۔۔۔۔ آخر تک۔“

[مشکوۃ المصابیح بحوالہ صحیح مسلم، باب الذکر بعد الصلوۃ، الفصل الثانی: ۸۸]

فائدہ: اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف کا ذکر کرنا رسول پاک ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: إِنْ رَفَعَ الصَّوْتُ بِالذِّكْرِ حِينَ يُنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ } [صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الذکر بعد الصلوۃ: ۲۱۷]

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ بے شک فرض نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر کرنا حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں جاری تھا۔“

فائدہ: اس حدیثِ مبارکہ سے مکمل طور پر واضح ہوا کہ ذکر بالجہر نماز فرض کے بعد حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنتِ مبارکہ ہے۔

ق رفع یدین ق

سوال: 1: قرآن و سنت کی روشنی میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: فقہ حنفی کے مطابق یہ رفع یدین کرنا خلاف سنت ہے کیونکہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

سوال: 2: رفع یدین نہ کرنے پر چند دلائل پیش کریں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ ؓ : اَلَا اَصَلَّيْ بِكُمْ صَلَوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؐ قَالَ فَصَلَّيْ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِي مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ } وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ:

ترجمہ: ”حضرت علقمہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے ہم سے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سامنے حضور ﷺ کی نماز نہ پڑھوں؟ پس آپ نے نماز پڑھی، پس اُس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں بھی ہاتھ نہ اٹھائے۔“

”امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی یہ حدیث حسن ہے۔“

[ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین: ۳۵۸، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یزکّر لرفع منہ رکوع: ۱۱۶]

فائدہ: یہ حدیث چند وجوہ سے انتہائی قوی اور قابلِ حجت ہے۔ (i): اس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ صحابہ کرام میں سے فقیہ عالم تھے۔ (ii): آپ نے جماعت صحابہ کے سامنے حضور ﷺ کی نماز پیش کی اور کسی صحابی نے اس طریقے کا انکار نہ کیا تو اگر رفع یدین صحابہ کے سامنے خروج ہوتا تو صحابہ کرام ضرور اس پر اعتراض کرتے۔ (iii): امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے۔ (iv): امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ بہت علماء صحابہ و تابعین رفع یدین نہ کرتے تھے۔ (v): حضرت امام ابوحنیفہ جیسے تابعی و مجتہد شخص نے اس حدیث کو قبول کیا اور اس پر عمل فرمایا۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ النَّبَرَاءِیِّ ابْنِ عَازِبٍ ؓ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؐ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَى قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا یَعُوْذُ }

[سنن ابی داؤد: ۱۱۶]

ترجمہ: ”حضرت براء بن عازب ؓ روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اکرم ﷺ جب بھی نماز

شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے اور پھر یہ عمل (رفع یدین) نہ دہراتے۔“

فائدہ: اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ وہ رکوع و سجود میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

[دلیل: ۳]

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت مغیرہ ؓ سے روایت کی کہ میں نے ابراہیم نخعی ؓ سے عرض کیا کہ حضرت وائل ؓ نے حضور ؐ کو دیکھا کہ آپ نماز کے شروع، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے تو آپ نے جواب دیا:

{إِنْ كَانَ وَائِلٌ رَأَى مَرَّةً يَفْعَلُ ذَلِكَ فَقَدْ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ خَمْسِينَ مَرَّةً لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ}

[شرح معانی الآثار للطحاوی: کتاب الصلوۃ، باب التعمیر للركوع والجمود: ۱۶۲/۱]

ترجمہ: ”اگر حضرت وائل ؓ نے ایک بار حضور ؐ کو رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے تو عبداللہ بن مسعود ؓ نے حضور ؐ کو پچاس (۵۰) مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے۔“

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ رکوع و سجود کے وقت رفع یدین کرنا پہلے جائز تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ؐ سے رفع یدین نہ کرنے کی روایات بیان کی ہیں۔

سوال: 3: عدم رفع یدین پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ رکوع میں رفع یدین نہ ہو کیونکہ ایک رکعت میں تین مقامات پر تکبیر کہی جاتی ہیں۔ (۱): تکبیر تحریمہ (۲): رکوع (۳): سجود

(۱): تکبیر تحریمہ کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ رفع یدین کریں گے۔ (ii): سجود کی تکبیروں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ رفع یدین نہیں کریں گے، جبکہ رکوع کی تکبیر کے بارے میں اختلاف ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ رکوع کی تکبیر کی مشابہت کس تکبیر کے ساتھ ہے، تکبیر تحریمہ یا سجود کے ساتھ۔ اب غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ رکوع کی تکبیر تکبیر تحریمہ کی طرح نہیں ہے کیونکہ تحریمہ فرض ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی جبکہ رکوع کی تکبیر سنت ہے، اس کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے، لہذا رکوع کی تکبیر کی مشابہت سجود کی تکبیر کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی سنت ہے اور سجود کی تکبیر کے ساتھ ہاتھ نہیں اٹھاتے، لہذا اس مشابہت کی وجہ سے رکوع میں بھی ہاتھ نہ اٹھانا عقلی تقاضا ہے۔

فاتحہ خلف الامام ق

سوال: 1: قرآن و سنت کے مطابق امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: امام کے پیچھے جان بوجھ کر قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: 2: قرآن حکیم سے کوئی دلیل پیش کریں؟

جواب: قرآن حکیم سے ایک آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ} [پارہ: ۹، سورہ اعراف: ۲۰۳]

ترجمہ: ”اور جب قرآن حکیم کی تلاوت کی جائے تو اُسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

فائدہ: شروع اسلام میں نماز میں دنیاوی باتیں کرنا اور مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز

تھا، مگر {قَوْمُوا إِلَهَ قَانِتِينَ} [پ: ۲، سورہ بقرہ: ۲۳۸] کے ساتھ بات چیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔

اور مقتدی کی قرأت مذکورہ آیت کریمہ سے منع قرار دے دی گئی، لہذا اب امام کے پیچھے جان بوجھ

کر مقتدی کا قرأت کرنا فقہ حنفی کے مطابق مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: 3: احادیث مبارکہ میں سے فاتحہ خلف الامام کے منع ہونے پر دلیل پیش کریں؟

جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ ؓ عَنِ الْفِرَاقَةِ مَعَ الْأَمَامِ}

{فَقَالَ: لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْأَمَامِ شَيْئًا} [مسلم شریف: کتاب المساجد، باب سجود التلاوة: ۲۱۵]

ترجمہ: ”حضرت عطاء بن یسار ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت ؓ سے (صحابی)

سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے ساتھ بالکل قرأت جائز نہیں۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے یہ بالکل واضح ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا صحابہ کرام

کا طریقہ تھا۔

[دلیل: ۲]

{عَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ: مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يَصِلْ إِلَّا

أَنْ يَكُونَ وَرَأَى الْأَمَامَ} {قَالَ الْفَرَزْدَقِيُّ: هَذَا أَخْبَرَنِي حَسَنُ صَاحِبِ

[جامع ترمذی: کتاب الصلوۃ، باب ما جاء في القراءة خلف الامام: ۴۲۱]

ترجمہ: ”حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ جو کوئی نماز پڑھے، پس اُس میں سورہ فاتحہ نہ

پڑھے تو اُس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو (یعنی اُس وقت نہ پڑھے گا)۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث مبارک سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت بالکل

نہ کرے، لہذا امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

[دلیل: ۱۳]

{ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامَ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا

أَكْبَرَ فَكَبَّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصَتُوا } [صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ، باب التیمم فی الصلوۃ: ۱۷۴/۱]

قَالَ الْمُسْلِمُ: فَحَدَّثْتُ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقْنِي: إِذَا قَرَأَ فَأَنْصَتُوا هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر

کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش

رہو۔“ امام مسلم فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث [فانصتوا] دلی بالکل صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث مبارک سے بھی واضح ہوا کہ خود حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ امام کے پیچھے

قرأت نہ کرے اور امام مسلم نے یہ صراحت فرمادی کہ میرے نزدیک یہ حدیث بالکل صحیح ہے جو اس بات کی

دلیل ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا ہی سنت مبارک ہے۔

سوال: 4: فاتحہ خلف الامام کی ممانعت پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے، اسلئے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع

میں مل جائے تو اُس کی رکعت ہو جاتی ہے، پس اگر مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوتی تو اُس کی یہ رکعت

شمار نہیں ہونی چاہئے حالانکہ کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں۔

ق میں رکعت تراویح ق

سوال: 1: ماہ رمضان میں نماز تراویح کتنی رکعت پڑھنی چاہئے، قرآن و سنت کا اس کے بارے کیا حکم ہے؟

جواب: ماہ رمضان میں نماز تراویح کی رکعات کی تعداد اگرچہ ابتدائے اسلام میں متعین نہیں تھی مگر امیر

المومنین عمر فاروق ؓ کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ 20 رکعت تراویح ہی

سنت ہے اور باجماعت ہی سنت ہے، 8 رکعت تراویح اجماع صحابہ کے خلاف ہے اور پھر تمام تابعین، تبع تابعین، آئمہ اربعہ اور ان کے مقلدین اجل آئمہ (بڑے بڑے امام) سب کا متفق علیہ (سب کا اتفاق کیا ہوا) عقیدہ ہے کہ تراویح 20 رکعت ہی سنت ہے اور باجماعت ہی سنت ہے۔

سوال 2: 20 رکعت تراویح کے سنت ہونے پر چند نقلی دلائل پیش کریں؟
جواب: احادیث مبارکہ میں سے 3 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱]

{ وَأَكْثَرُ الْعِلْمِ عَلَى مَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَوَ غَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ هَكَذَا أَدْرَكْتُ بِلَدْنَا مَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً } [سنن ترمذی: ابواب العیام، باب قیام شہر رمضان: ۱۹۱]

ترجمہ: ”حضرت امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے جو حضرت عمر ؓ حضرت علی ؓ و دیگر صحابہ کرام سے منقول ہے یعنی 20 رکعت تراویح اور یہی سفیان ثوری اور ابن مبارک و امام شافعی ؒ کا فرمان ہے، امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ والوں کو 20 رکعت تراویح پڑھتے ہی دیکھا ہے۔“

فائدہ: امام ترمذی ؒ کی اس روایت سے بالکل واضح ہو گیا کہ 20 رکعت تراویح پر صحابہ کرام اور اہل مکہ کا اجماع و اتفاق ہے۔

[دلیل: ۲]

{ عَنْ سَائِبِ ابْنِ يَزِيدٍ ؓ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً } [رواہ البیہقی بائنا صحیح فی باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان: ۶۹۹/۲ (۳۶۱۷)]

ترجمہ: ”حضرت سائب بن یزید ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں ماہ رمضان میں 20 رکعت تراویح پڑھنے پر سب صحابہ کرام کا اتفاق ہو گیا۔“

فائدہ: امام ذہبی ؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، اسی طرح یہ بات یاد رکھیں کہ بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے فرمایا:

{أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ التَّرَاوِيحَ عِشْرُونَ رَكْعَةً} [مرقاۃ: ۱۹۳/۳]

”صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ بیس رکعت تراویح ہوں گی۔“

[دلیل: ۱۳]

{عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُوْمَانَ ۖ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ ۖ فِي

رَمَضَانَ بِنِثْلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً}

[موطأ امام مالک: باب ماجاء فی قیام رمضان: ۱۷۱] [رواہ البیہقی باسناد صحیح فی باب ما روی فی حدود رکعات القیام فی شہر

رمضان: ۶۹۹/۲ (۳۶۱۸)]

فائدہ: مذکورہ بالا دونوں روایات سے بھی ثابت ہوا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ؓ کے

زمانہ مبارک میں 20 رکعات تراویح کے سنت ہونے پر تمام صحابہ کرام کا اجماع و اتفاق ہو گیا جو ہمارے لئے

ماتلا لازم ہے اور جو صحابہ کرام کے اجماع کو نہ مانے، وہ بددین، فاسق اور گمراہ ہے۔

سوال: 3: 20 رکعت تراویح پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: تراویح ترویجہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے جسم کو راحت دینا اور ترویجہ چار رکعت کے بعد آرام کو کہتے

ہیں اور جمع کا لفظ کم از کم تین پر بولا جاتا ہے اب تین ترویجوں کے لیے کم از کم 16 رکعت ہونی چاہئیں لہذا

8 رکعت تراویح عقلی طور پر بھی ثابت نہیں ہے۔

ق آئین آہستہ کہنا ق

سوال: 1: نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد آئین آہستہ یا بلند آواز سے کہنے کے بارے اسلام کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: فقہ حنفی کے مطابق ہر نماز میں چاہے امام بلند آواز سے قرأت کرے یا آہستہ، مقتدی ہو یا اکیلا ہر

حالت میں آئین آہستہ کہنا سنت ہے۔

سوال: 2: قرآن حکیم سے کوئی دلیل پیش فرمائیں؟

جواب: قرآن حکیم سے 2 آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیل: ۱۱]

{ادْعُوا إِلَىٰ مَن نَّصَرْنَا وَأَوْفِيَّةَ} [پ: ۸، سورۃ اعراف: ۵۵]

ترجمہ: ”اپنے رب سے دُعا مانگو عا جزی سے اور آہستہ سے۔“
فائدہ: چونکہ میں بھی ایک دُعا ہے لہذا اسے بھی آہستہ کہنا چاہیے۔

[دلیلہ: ۲]

{وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ} [البقرہ: ۱۸۶ء پ ۲]
ترجمہ: ”اور اے محبوب! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو بے شک میں بہت نزدیک ہوں، پس مانگنے والے کی دعائیں قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے۔“
فائدہ: معلوم ہوا کہ چیخ کر اور بلند آواز سے دُعا تو اُس سے کی جائے جو ہم سے دور ہو، لہذا اللہ تعالیٰ سے آہستہ آواز میں دُعا کرنا ہی بہتر ہے۔

سوال: 3: آہستہ آمین کہنے پر چند احادیث پیش کیجیے؟
جواب: احادیث مبارکہ میں سے 2 احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

[دلیلہ: ۱]

{عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ [غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ] فَقَالَ آمِينَ وَخَفَضَ بِهِ صَوْتَهُ}

[سنن ترمذی: ابواب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی الامین: ۳۴/۱ (رقم: ۲۴۸۰)، السنن الکبریٰ للبخاری: ۸۳/۲]

ترجمہ: ”حضرت وائل بن حجر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو سنا کہ آپ نے [غیر المغضوب علیہم] پڑھا تو آمین کہا اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔“

فائدہ: اس روایت کے راوی حضرت وائل بن حجر سے غیر مقلدین رفع یدین میں تو روایت کو قبول کرتے ہیں مگر آہستہ آمین کہنے میں ان کی روایت نہیں مانتے، حالانکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین آہستہ کہنا سنت رسول ہے۔

[دلیلہ: ۲]

{عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْأَمَامُ [غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ] فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَاَفَّقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْأَمَامِ نِكَحَ غُفْرَانِهِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ}

[قال الترمذی حدیث حسن صحیح]

[صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب جبر المأموم بالآمین: ۱۰۸۱، سنن ترمذی: کتاب الصلوٰۃ، باب الاٰمین وراء الامام

[۱۴۲۲ھ]

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب امام [غیر المغضوب علیہم ولا الضالین] کہے تو تم آمین کہو، پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی تو اُس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

فائدہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ جس کی آمین فرشتوں جیسی ہوگی، اُس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور یہ بات یقینی ہے کہ فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں لہذا آہستہ آواز سے آمین کہنا ہی بہتر ہے۔

سوال: 4: آمین آہستہ کہنے پر کوئی عقلی دلیل پیش کریں؟

جواب: عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کیونکہ آمین قرآن کریم کی آیت یا کلمہ نہیں ہے، اسی لیے جبرائیل آمین اسے لے کر نہ آئے اور نہ ہی اسے قرآن حکیم میں لکھا گیا بلکہ یہ دُعا اور دُعا کُرا اللہ ہے اور تمام دُعاؤں کے بارے سنت یہی ہے کہ آہستہ پڑھی جائیں، اسلئے آمین بھی آہستہ پڑھی جائے۔

ق ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ
1	تفسیر درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)	ضیاء القرآن لاہور
2	تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین سیوطی و جلال الدین علی	مکتبہ غوثیہ کراچی
3	تفسیر خازن	علامہ محمد بن ابراہیم بغدادی (۷۲۵ھ)	حسینی کتب خانہ
4	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی شافعی (۶۰۶ھ)	دار احیاء التراث العربی
5	تفسیر قرطبی	علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (۶۶۸ھ)	بیروت لبنان
6	تفسیر طبری	علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۱ھ)	دار المعرفہ بیروت
7	تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ بن عباس (۶۸ھ)	مکتبہ حنائیہ
8	تفسیر کشاف	علامہ چار اللہ زعفرانی (۵۳۸ھ)	قدیمی کتب خانہ
9	تفسیر بیضاوی	عبداللہ بن عمر بیضاوی (۶۸۵ھ)	دار الفکر اساتذہ و التوزیع
10	تفسیر روح المعانی	علامہ شہاب الدین آلوسی (۱۲۷۴ھ)	مکتبہ امدادیہ لبنان

11	صحيح بخارى	امام محمد بن اسماعيل بخارى (۲۵۶ھ)	قديمى كتب خانہ كراچى
12	صحيح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشيري (۲۶۱ھ)	قديمى كتب خانہ كراچى
13	جامع ترمذى	امام محمد بن عيسى ترمذى (۲۷۹ھ)	دار القرآن والحدیث
14	سنن ابى داؤد	امام سليمان بن اشعث (۲۷۵ھ)	مكتبة امداد پبلشان
15	سنن نسائى	امام احمد بن شعيب (۳۰۳ھ)	قديمى كتب خانہ كراچى
16	سنن ابن ماجه	امام محمد بن يزيد ابن ماجه (۲۷۳ھ)	قديمى كتب خانہ كراچى
17	شعب الايمان	امام احمد بن حسين البهقي (۳۵۷ھ)	دار الكتب العلمية بيروت
18	فتاوى شامى	علامہ ابن عابد بن شامى (۱۲۵۲ھ)	مكتبة رشديه
19	فتح البارى	امام احمد بن على بن حجر عسقلانى (۸۵۲ھ)	دار السلام رياض
20	مصنف ابن ابى شيبه	امام عبد الله بن ابى شيبه (۲۳۵ھ)	دار الفكر بيروت
21	مصنف عبد الرزاق	حافظ ابو بكر عبد الرزاق (۲۱۱ھ)	موسسة فؤاد
22	شرح معانى الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوى (۳۲۱ھ)	مكتبة هخانيه
23	موطا امام مالك	امام مالك بن انس (۱۷۹ھ)	مكتبة فاروق پبلشان
24	مشكوة المصابيح	شيخ دلى الدين عراقى حمزى (۷۳۲ھ)	مكتبة هخانيه پشاور
25	السنن الكبرى	امام احمد بن حسين البهقي (۳۵۷ھ)	دار الكتب بيروت
26	دلائل النبوة	امام احمد بن حسين البهقي (۳۵۷ھ)	دار الكتب بيروت
27	شرح عقائد نسفيه	علامہ سعد الدين ثقفى زانى	كتب خانہ مجيد پبلشان
28	معجم الكبير	حافظ سليمان بن احمد طبرانى (۳۶۰ھ)	دار الكتب العلمية بيروت

فيصلہ آگیا سر تسليم خم كيجئے

محترم قارئین!

الحمد لله! ”عقائد کو نيز“ میں مذکور تمام عقائد قرآن و سنت کے عین مطابق ہیں، پھر بھی اگر کوئی

شخص ان کو تسليم نہیں کرتا تو اسے چاہئے کہ وہ یہ تحریر ضرور پڑھ لے۔

[1]۔۔۔ {عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: فَمَارَأَةُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهَوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ

وَمَارَأَةُ الْمُؤْمِنُونَ قَبِيحًا فَهَوَ عِنْدَ اللَّهِ قَبِيحٌ} هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ۔

[المجم الكبير للطبرانی: ۴/۳۶۸، رقم: ۸۵۰۴]، [المعجم الكبير للحاکم: ۳/۸۳، رقم: ۴۳۶۵]، [السنن الكبرى

”حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں، پس وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے اور جس کام کو مؤمنین برا سمجھیں، پس وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہو جاتا ہے۔“ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

[2]۔۔۔ {عَنْ سُلَيْمَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اَلْطَّلَالُ مَا اَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ} [هذا حديث صحيح۔

[سنن ترمذی: ابواب اللباس، باب ما جاء في لبس الفراء: ۲۰۶، رقم: ۱۷۲۶]، [مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الاطعمه، الفصل الاثنی عشر: ۳۷۹]، [سنن ابن ماجہ: کتاب الاطعمه، باب اكل الخبز: ۲۳۱]، [المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۷۶، رقم: ۶۰۰۱]، [المسند رک للحاکم: ۱۲۹، رقم: ۱۱۵]۔

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار فرمائی تو اُسے اللہ تعالیٰ نے معاف کیا ہے۔“

[3]۔۔۔ {عَنْ أَبِي نُعْلَبَةَ الْخُسَيْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءٍ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَنْتَبِهُوا عَنْهَا} [مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ داراللمنی: ۳۳]

”رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس تم اُن کو ضائع مت کرو اور کچھ چیزیں اُس نے حرام کی ہیں، پس تم اُن کا ارتکاب نہ کرو اور اُس نے کچھ حدود مقرر کی ہے، پس تم اُن حدود سے تجاوز نہ کرو (آگے نہ بڑھو) اور کچھ چیزوں سے (بالا راہ اُمت پر احسان و رحمت کرنے کیلئے) بغیر بھولے خاموشی اختیار کی ہے تو تم اُن کے (حلال و حرام ہونے کے بارے) بحث نہ کرو۔

محترم قارئین!

انسانی زندگی میں ہزاروں اشیاء ایسی ہیں جن کے حلال و حرام ہونے کے بارے قرآن و سنت خاموش ہیں اسلئے جب تک ان اشیاء کے عدم جواز یا حرام ہونے پر دلیل شرعی قائم نہ ہوگی، یہ مباح، جائز اور مشروع ہوں گی، ان کے جواز کیلئے کسی دلیل شرعی کی ضرورت نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ کے تمام فقہاء و محدثین کا متفقہ قاعدہ ہے:

{ اَلْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ } ”تمام چیزوں میں اصل جواز ہے۔“

[فتاویٰ شامی: ۳۵۶، ۱: [فتح الباری: ۶۵۶، ۹: [المبسوط للرحمٰنی: ۷۷، ۲۳۳]

لہذا شریعت اسلامیہ کے اس قاعدے کی رُو سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ فی نفسہ کوئی بھی چیز عندالشرع اُس وقت تک ممنوع، ناجائز اور حرام نہ ہوگی جب تک قرآن و سنت کی نص قطعی اُس کے حرام ہونے کو نہ بیان کر دے۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ محدثین و فقہاء عظام کا یہ اتفاق اصول ہے کہ رسول مہتمم ﷺ کا کوئی کام نہ کرنا اُس کے جائز ہونے کی دلیل ہے جبکہ کسی فعل کا نہ کرنا اُس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں جب تک اُس کی حرمت پر کوئی

حلال و حرام جاننے کا قاعدہ

کسی بھی کام کی جلت و حرمت جاننے کا اصول و ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ کام جو عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام میں نہ تھا اور بعد کے لوگوں نے کسی ضرورت کے تحت اُس کو ایجاد کیا تو اُسے قرآن و سنت پر پیش کریں، پس اگر قرآن و سنت نے کسی بھی لحاظ سے اُسے ناجائز و حرام کہا ہے تو وہ بلاشبہ حرام ہے لیکن اگر قرآن و سنت اُس کو ناجائز کہنے کے بارے خاموش ہیں تو پھر مذکورہ حدیث پاک کے مطابق وہ اُمت کیلئے معاف ہے اور لوگوں کو اُس معاملے میں بحث کرنے سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمادیا ہے۔

لہذا اب اگر آپ نے ”عقائد کوئٹہ“ میں مذکور اچھے اعمال و عقائد میں سے کوئی نیک عمل کیا اور کسی دوسرے فرد نے اعتراض کر دیا کہ میلا دمانا، انگوٹھے چومنا، ولیوں کا وسیلہ پیش کرنا، مزارات کی حاضری دینا اور ایسا لیا ثواب وغیرہ سب اعمال بدعت سیئہ اور حرام ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں، آپ کو ان امور کے جائز و حلال ہونے پر دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ اعتراض کرنے والے سے فوراً کہیں کہ وہ ان امور کے حرام و ناجائز ہونے پر کوئی واضح دلیل شرعی پیش کرے کیونکہ محدثین و فقہاء کے متفقہ اصول کے مطابق ہر چیز اصل کے لحاظ سے حلال ہے، وہ حرام و ناجائز نہیں ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ اُسے حرام قرار نہ دیں۔

اسلئے اگر وہ کہے کہ مذکورہ چیزوں کے حرام و ناجائز ہونے کا تو قرآن و سنت میں کہیں بھی ذکر نہیں اور واقعی یہ بات درست ہے تو پھر کہیں کہ جس کام کو قرآن و سنت نے حرام و ناجائز نہیں کہا، پس وہ محدثین و فقہاء کے قواعد کے مطابق جائز اور مباح ہے، اسلئے جب حق آجائے تو اُسے تسلیم کرنا چاہئے ورنہ حضور اکرم ﷺ نے ان امور (جن کو اللہ اور رسول ﷺ نے حلال و حرام کی فہرست میں بیان نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کی) کے بارے بحث کرنے سے منع فرمایا ہے، اسلئے زیادہ بحث مت کرو بلکہ حق و باطل کو تسلیم کر لو کہ اسی میں بھلائی ہے۔